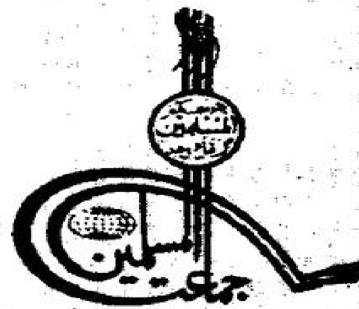
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایمان اور ہدایت کا معیار

مرتبہ

مسعود احمد صاحب

امام جماعت المسلمین



شائع کردہ

ادارہ مطبوعات اسلامیہ

۲/۱۶۲ حسین آباد ۵ فیڈرل بی ایریا، کراچی ۳۸

فون ۶۳۲۴۱۰۴ — ۶۳۲۳۳۶۴

قیمت :- ۴/- روپے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ایمان اور ہدایت کا معیار

بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ترکِ سنّت گناہ نہیں، یہ عقیدہ اتنا گمراہ کُن ہے کہ اسلام کے تمام ضابطے اور آداب کالعدم ہو کر رہ گئے ہیں، اس عقیدہ کی بنیاد پر سنّتیں چھوڑی جا رہی ہیں اور علی الاعلان یہ کہہ کر اُن کا استخفاف کیا جا رہا ہے کہ "سنّت ہی تو ہے، فرض تو نہیں" لہذا ضروری ہے کہ اس باطل عقیدہ کے خلاف جدّوجہد کی جائے۔

جماعت المسلمین کا نام بھی وہی ہے جو اللہ تعالےٰ اور رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے رکھا تھا، جس کا دین بھی وہی دین اسلام ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے مسلمین کے لئے پسند فرمایا تھا لہذا جماعت المسلمین کب اس بات کو گوارا کر سکتی ہے کہ یہ غلط اور باطل عقیدہ قائم رہے، جماعت المسلمین نے اپنے اجتماعات میں بھی اس باطل عقیدہ کے خلاف بہت کچھ کہا اور اب اس کتابچہ کے ذریعہ اس کا بُطلان کر رہی ہے۔ ذیل میں اس عقیدہ کے بُطلان کے دلائل دیئے جا رہے ہیں۔ قارئینِ کرام سے گذارش ہے کہ وہ ان دلائل کی روشنی میں غور فرمائیں کہ یہ عقیدہ کہ "ترکِ سنّت گناہ نہیں" کتنا گمراہ کن ہے۔

(۱) پہلی دلیل

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنۡ کَانَ یَرۡجُوا اللّٰہَ وَ الۡیَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیۡرًا (احزاب ۲۱)

(اے ایمان والو) تمہارے لئے اللہ کے رسول (کی سیرت) میں بہترین نمونہ ہے (یعنی تم میں سے ہر) اس شخص کے لئے جو اللہ (سے ملنے) اور روزِ قیامت (کے آنے) کی امید رکھتا ہو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہو (سیرتِ رسول میں بہترین نمونہ ہے)۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ

۱۔ سنّتِ رسول بہترین نمونۂ زندگی ہے۔

۲۔ اللہ تعالٰی اور یومِ آخرت پر ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ و سلّم کی سنّت پر عمل کیا جائے، جو لوگ سنّت پر عمل نہیں کرتے ان کا اللہ تعالٰی اور قیامت پر ایمان صحیح نہیں۔ وہ تقاضا ہی کیا ہوا جس کا پورا کرنا ضروری نہ ہو۔؟

۳۔ کثرت سے اللہ تعالٰی کا ذکر کرنے والوں کے لئے بھی رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سنّت میں بہترین نمونہ ہے، اللہ تعالٰی کا ذکر کرنے والوں کو چاہیئے کہ رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ و سلّم کی سنّت کے مطابق ہی اللہ تعالٰی کا ذکر کریں۔

اگر رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اُسوۂ حسنہ کے مطابق زندگی گذارنا ضروری نہیں تو پھر اس اُسوۂ حسنۃ کا مقصد کیا ہے؟ اللہ تعالٰی کا کوئی کام بے مقصد نہیں ہوتا لہذا رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اسوۂ حسنہ کو نمونہ بنانے کا مقصد یہی ہے کہ اس کے مطابق عمل کیا جائے، اس کی خلاف ورزی نہ کی جائے کہ یہی ایمان وہدایت کا معیار ہے۔

(۲) دوسری دلیل

اللہ تعالٰی فرماتا ہے :۔

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ (اعراف ۱۵۶۔۱۵۷)

میری رحمت ہیں ہر چیز کے لئے وُسعت ہے، مگر میں اس کو اُن لوگوں کے لئے لکھ دوں جو پرہیزگاری کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں یعنی اُن لوگوں کے لئے جو رسول کی پیروی کرتے ہیں۔

آیاتِ بالا سے ثابت ہوا کہ اللہ کی وسیع رحمت بھی رسُول کی پیروی پر موقوف ہے۔ اگر اتباعِ رسول نہیں تو رحمت کی اُمید خوش فہمی کے سوا اور کچھ نہیں۔ یہ آیت عام ہے اور ہر سنّت کو شامل ہے۔ کسی آیت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ صرف فرائض ہیں اتباعِ رسول لازمی ہے۔ کیونکہ جو چیز ویسے ہی فرض ہو اُس ہیں اتباعِ رسول کی شرط کیسے لگائی جا سکتی ہے۔؟

(۳) تیسری دلیل

اللہ تعالٰی فرماتا ہے :۔

وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (اعراف ۱۵۸)

رسول کی پیروی کرو تاکہ تمہیں ہدایت نصیب ہو۔

یہاں بھی اللہ تعالےٰ نے اتّباعِ رسول کو ہدایت کا ذریعہ بنایا۔ اب جو شخص بھی ہدایت کا طالب ہو اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنی چاہیئے۔

اتّباع، قدم بہ قدم چلنے کو کہتے ہیں لہٰذا تمام افعالِ رسول کی پیروی لازمی ہے۔ جب بغیر سنّت پر عمل کئے ہدایت مل نہیں سکتی تو پھر ترکِ سنّت کے گناہ ہونے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے۔؟

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی وجہ سے رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی سنّت کی پیروی فرض ہوگئی اور جو چیز فرض ہو اس کا ترک گناہ نہیں تو اور کیا ہوگا۔

لازمی چیزوں کی دو قسمیں ہیں :-

۱- ایک تو وہ جو اللہ تعالےٰ اور رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے حکم سے براہ راست لازمی ہو۔

۲- دوسری وہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتّباع کے واسطے سے لازمی ہو۔

پہلی قسم کو اصطلاحاً فرض کہتے ہیں، دوسری کو اصطلاحاً سنّت کہتے ہیں۔ لازمی دونوں ہیں۔ یہ عقیدہ غلط ہے کہ پہلی قسم تو لازمی ہے اور دوسری قسم اختیاری۔ جب دونوں کا حکم اللہ تعالےٰ نے دیا ہے تو دونوں ہی لازمی ہوئیں۔ ایک کو لازمی کہنا اور دوسری کو اختیاری کہنا صحیح نہیں۔ اگر دوسری قسم لازمی نہیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالےٰ کے حکم کی تعمیل لازمی نہیں اور یہ عقیدہ قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سنّت کی پیروی کا حکم دیا ہے لہٰذا سنّت کی پیروی لازمی اور شرطِ ہدایت ہے۔

(۴) چوتھی دلیل

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○ (سورۂ نور - ۶۳)

جو لوگ رسُول کے امر کی خلاف ورزی کرتے ہیں اُنہیں ڈرنا چاہیئے کہ کہیں وہ کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں یا کسی دردناک عذاب میں گرفتار نہ ہو جائیں۔

اَمر ایک جامع لفظ ہے جس کے معنی حکم کے بھی ہیں اور کام (یعنی فعل) کے بھی۔ لہذا آیت بالا کا مطلب یہ ہوا کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور فعل کی خلاف ورزی کرنا دردناک عذاب کو دعوت دینا ہے۔ یعنی نہ صرف حکمِ رسول بلکہ سنّتِ رسول کی خلاف ورزی باعثِ عذاب ہے۔

۵ پانچویں دلیل

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران - ۳۱)

اے رسول کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو (اگر میری پیروی کروگے) تو اللہ (بھی) تم سے محبت کریگا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ سے محبّت کرنے کا تقاضا رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے اور اللہ تعالےٰ سے محبّت کرنا شرطِ ایمان ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (بقرہ - ۱۶۵) ایمان والے اللہ سے بڑی شدت کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔

اب اگر کوئی شخص ایمان کا دعویٰ کرے اور اللہ سے شدید محبّت نہ کرے تو وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ اس کا دعویٰ ایمان فریبِ نفس سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ ایمان اور حبِّ الٰہی لازم وملزوم ہیں۔ حُبِّ الٰہی کے لئے جو چیز لازمی ہے وہ ہے اتّباعِ رسول، گویا ایمان کی شرط حُبِّ الٰہی ہے اور حبِّ الٰہی کی شرط اتّباعِ رسول ہے۔ گویا بغیر اتّباعِ رسول حُبِّ الٰہی کا وجود موہوم ہے اور بغیر حُبِّ الٰہی کے ایمان کی کوئی حیثیت نہیں۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ اتباعِ رسول شرطِ ایمان ہے۔ اللہ کسی بندے سے اُس وقت تک محبّت نہیں کرتا جب تک وہ اتباعِ رسول نہ کرے اور جب تک اللہ محبّت نہ کرے نجات ناممکن ہے۔ لہذا نجات کا دارومدار رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی پر ہے۔ یعنی سنّت پر عمل کرنے ہی سے نجات مل سکتی ہے ورنہ نہیں اور جس چیز پر نجات کا انحصار ہو وہ چیز لازمی نہیں ہوگی تو اور کیا ہوگی اور جو چیز لازمی ہوگی اس کا ترک گناہ نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا۔؟

۶ چھٹی دلیل

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○ (اے رسول کہہ دیجئے) میری پیروی کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔ (الزخرف - ٦١)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اتباعِ سنّت ہی سیدھا راستہ ہے۔ سنّت چھوڑ کر کوئی شخص کس طرح سیدھے راستے پر رہ سکتا ہے اور سیدھے راستہ کو چھوڑنا یقیناً گناہ ہے لہذا ترکِ سنّت یقیناً گناہ ہے۔

⑦ ساتویں دلیل

رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں :-

مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) جو شخص میری سنّت سے منہ موڑے اور اُسے چھوڑ دے وہ مجھ سے نہیں۔

{ نوٹ :- رَغِبَ عَنْہُ = اعرض عنہ وترکہ (المنجد) اعرض عنہ ولم یردہ و زھد فیہ و ترکہ (محیط المحیط) }

آپ نے یہ بات اُس وقت فرمائی تھی جب تین آدمیوں میں سے دو نے سنّت سے کچھ زیادہ کام کرنے کا ارادہ کیا تھا اور ایک آدمی نے نکاح کی سنّت کو ترک کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اُن کو سنّت سے نفرت نہیں تھی بلکہ صرف اِس لئے انہوں نے سنّت کو ترک کرنا چاہا تھا کہ کچھ زیادہ عمل کر کے نجات کے لئے راہ ہموار کریں۔ رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کی نیک نیّتی کے باوجود انہیں ترکِ سنّت کی اجازت نہیں دی اور مذکورۂ بالا سخت الفاظ میں انہیں تنبیہہ کی۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نہ سنّت سے زائد کوئی کام کرنا چاہیئے نہ سنّت سے کم اور جو شخص ایسا کرے اُس کا رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کوئی تعلق نہیں۔ کیا اب بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ ترکِ سنّت جائز ہے۔؟

⑧ آٹھویں دلیل

اِنْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیَدَعُ الْعَمَلَ وَھُوَ یُحِبُّ اَنْ یَّعْمَلَ بِہٖ رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم بعض کام چھوڑ دیا کرتے تھے حالانکہ اس پر عمل کرنا آپ کو محبوب ہوتا تھا، صرف

خَشْيَةَ اَنْ يَّعْمَلَ بِهِ النَّاسُ فَيُفْرَضَ عَلَيْهِمْ (صحیح بخاری)

اس ڈر سے کہ لوگ بھی عمل کریں گے پھر وہ اُن پر فرض ہو جائے گا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی عمل کو چھوڑنے کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ عمل امت پر لازمی نہ ہو جائے اور یہ چیز بھی اس حدیث سے ثابت ہوئی کہ کسی عمل کو آپ کا ہمیشہ کرنا اس کے لازمی ہونے کی دلیل ہے۔ اگر آپ اس کو لازمی کرنا نہ چاہتے تو اس کو کبھی کبھی چھوڑ دیتے تھے، لہٰذا جس سنّت کو آپ نے کبھی نہیں چھوڑا وہ لازمی ہے، اس کا ترک جائز نہیں۔

(۹) نویں دلیل

رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رات نمازِ تراویح باجماعت ادا کی۔ چوتھی رات کو بھی صحابہ کرامؓ مسجد میں جمع ہو گئے لیکن آپ باہر تشریف نہیں لائے۔ صُبح کو آپ نے فرمایا :۔

اِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ وَلٰكِنِّي خَشِيْتُ اَنْ تُفْتَرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا (صحیح بخاری)

مجھ پر تمہارا یہاں جمع ہونا پوشیدہ نہیں تھا لیکن (بس نے اِس لئے نماز نہ پڑھائی کہ) مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے اور پھر تم اس کی ادائیگی سے عاجز و درماندہ ہو جاؤ۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر نمازِ تراویح باجماعت آپ مسلسل ادا کرتے رہتے تو تراویح باجماعت فرض ہو جاتی۔ تین رات پڑھانے کے بعد چھوڑ دینے کی وجہ وہی ہے جو آٹھویں دلیل کے ضمن میں اوپر بیان ہوئی ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ سنّت جو آپ نے کبھی نہیں چھوڑی لازمی ہے اور اس کا ترک جائز نہیں۔

(۱۰) دسویں دلیل

عصر کے بعد کی دو رکعتوں کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں :۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہ دو رکعتیں رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے

يُصَلِّيْهِمَا وَلَا يُصَلِّيْهِمَا فِي الْمَسْجِدِ مَخَافَةَ اَنْ يُثْقِلَ عَلٰى اُمَّتِهٖ وَكَانَ يُحِبُّ مَا يُخَفِّفُ عَنْهُمْ (صحیح بخاری)

تھے لیکن ان کو مسجد میں کبھی نہیں پڑھتے تھے اس ڈر سے کہ کہیں امّت پر بوجھ نہ ہو جائے اور آپ اپنی امت پر تخفیف کو پسند کرتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس عمل کو رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پوشیدہ طور پر کریں، امّت پر اُس کو ظاہر نہ کریں تو وہ عمل لازمی نہیں ہوتا اور بوجھ نہیں بنتا لیکن جس عمل کو ظاہر کریں تو اس کا مقصد یہ ہوگا کہ آپ نے امت پر اس کو لازم کرنا چاہا۔

اِس حدیث اور اس سے پہلے کی حدیث سے ثابت ہوا کہ فرض نماز کے پہلے اور بعد میں جو سنّتیں پڑھی جاتی ہیں جن کو رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ظاہر بھی کیا اور ترک بھی کبھی نہیں کیا لازمی ہیں۔ ان کا درجہ نفل جیسا نہیں کہ چاہے پڑھو چاہے چھوڑ دو۔

مندرجہ بالا احادیث کا خلاصہ یہ ہوا کہ جس عمل کو آپ ظاہر کریں اور ہمیشہ کریں وہ لازمی ہے۔ اُس کا ترک جائز نہیں۔ ترک کرنے والے کا رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کوئی تعلق باقی نہیں رہتا۔

(۱۱) گیارہویں دلیل

رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا :-

صَلُّوْا قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ صَلُّوْا قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ، صَلُّوْا قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ۔

نمازِ مغرب سے پہلے نماز پڑھو۔ نمازِ مغرب سے پہلے نماز پڑھو، نمازِ مغرب سے پہلے نماز پڑھو۔

تین دفعہ یہ جملہ فرمانے کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا :-

لِمَنْ شَآءَ كَرَاهِيَةَ اَنْ يَّتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً (صحیح بخاری)

جو شخص پڑھنا چاہے، اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ لوگ اس کو سنّت بنا لیں۔

حدیثِ بالا سے دو نتیجے برآمد ہوئے :-

۱۔ آپ نے نمازِ مغرب سے پہلے نماز کا حکم دیا۔ کیونکہ حکمِ رسول فرض ہوتا ہے لہٰذا آپ نے اس کی فرضیت کو ختم کرنے کے لئے یہ فرمایا کہ "جو چاہے پڑھ لے" اگر آپ یہ الفاظ نہ فرماتے تو اس کا پڑھنا فرض ہوتا۔ اس جملہ نے اس کے وجوب کو ساقط کر دیا اور اب مغرب

کے فرض سے پہلے ۲ دو رکعت پڑھنا محض مستحب رہ گیا لازمی نہیں رہا۔

۲۔ حدیث مذکور کے آخری جملہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر آپ "جو چاہے پڑھ لے" نہ فرماتے تو لوگ اس کو سنّت سمجھ لیتے۔

ان دونوں نتیجوں کا خلاصہ یہ ہوا کہ جس چیز کو نتیجۂ اول میں لازمی کہا گیا ہے اسی کو نتیجہ ۲ میں سنّت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یعنی سنّت لازمی چیز ہے اور ہر لازمی چیز کا ترک کرنا گناہ ہوتا ہے۔

قارئین کرام غور فرمائیں کہ اگر سنّت کے معنیٰ یہی ہوتے جو آجکل لئے جا رہے ہیں یعنی وہ فعل جس کا کرنا اچھا اور ترک گناہ نہیں تو پھر سنّت کے مقام سے ہٹانے کے لئے " جو چاہے پڑھ لے " کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ سنّت کا مفہوم عہدِ رسالت میں کچھ اور تھا اور اب کچھ اور ہے۔

⑫ بارھویں دلیل

رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں :۔

سِتَّةٌ لَعَنْتُهُمْ، لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَكُلُّ نَبِيٍّ مُجَابٌ: اَلْمُكَذِّبُ بِقَدَرِ اللّٰهِ ..... وَالتَّارِكُ لِسُنَّتِي۔ (رواہ الحاکم وسندہ صحیح۔ المستدرک جزء اوّل ص۳۶)

چھ آدمی ایسے ہیں جن پر میں نے بھی لعنت کی ہے اور اللہ نے بھی لعنت کی ہے اور ہر نبی مستجاب الدعوات ہوتا ہے۔ (وہ چھ آدمی یہ ہیں) (۱) اللہ کی تقدیر کا جھٹلانے والا ...... (۶) اور میری سنّت کا چھوڑنے والا۔

حدیثِ مذکور سے ثابت ہوا کہ تارکِ سنّت ملعون ہے۔ لہٰذا ترکِ سنّت گناہ ہے۔

⑬ تیرھویں دلیل

رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عید الاضحیٰ کے دن خطبہ میں فرمایا کہ : آج سب سے پہلا کام جس سے ہم ابتداء کریں یہ ہے کہ ہم نماز پڑھیں۔ پھر واپس (گھر) جائیں پھر قربانی کریں۔ اس کے بعد فرمایا :۔

فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ اَصَابَ سُنَّتَنَا

جس نے ایسا کیا اُس نے ہماری سنّت کو پالیا اور جس

وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ فَاِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ عَجَّلَهٗ لِاَهْلِهٖ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِيْ شَيْءٍ فَلْيَذْبَحْ اُخْرٰى مَكَانَهَا۔ (صحیح بخاری)

نے نماز سے پہلے قربانی کرلی تو وہ صرف ایک گوشت ہے جو اس نے اپنے اہل وعیال کے لئے جلدی (حاصل) کرلیا ہے۔ قربانی میں بالکل شمار نہیں ہوگا۔ اُسے اس کے بدلہ اب دوسری قربانی کرنی چاہیئے۔

حدیثِ بالا سے ثابت ہوا کہ پہلے نمازِ عید ادا کرنی چاہیئے پھر قربانی کرنی چاہیئے۔ اِن دونوں کاموں کی یہ ترتیب سنّت ہے۔ اگر اس ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا گیا تو وہ قربانی کالعدم ہے۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ یعنی ترتیب کی سنّت چھوڑ دینے سے پورا فعل بیکار ہوگیا۔ اگر سنّت کی پیروی لازمی نہ ہوتی تو ظاہر ہے کہ وہ فعل بیکار نہ ہوتا۔ کیونکہ اُس فعل کی قبولیت کا دارومدار ہی سنّت کی پیروی پر ہے لہذا سنّت کے لازمی ہونے میں کیا شبہ رہا۔؟
اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ اگر کوئی کام فرض ہے تو اس کی ادائیگی کا طریقہ (یعنی سنّت) بھی فرض ہے۔ اگر اس فرض کو اس طریقہ سے (یعنی سنّت کے مطابق) ادا نہیں کیا تو وہ فرض ادا نہیں ہوگا۔ مثلاً اگر نماز فرض ہے تو اس کا طریق بھی فرض ہے۔ اس کو اُسی طرح ادا کرنا ہوگا جس طرح سنّت ہے۔ یہ نہیں کہ نماز تو فرض ہے لیکن اس کا طریقہ فرض نہیں جو چاہے جس طریقہ سے پڑھ لے۔

⑭ چودھویں دلیل

رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فتح مکّہ کے دن ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھیں۔ حضرت عمر رضؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آج آپ نے ایسا کام کیا ہے جو (اس سے پہلے) آپ نے کبھی نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا۔
عَمْدًا صَنَعْتُهٗ يَا عُمَرُ (صحیح مسلم) اے عمر میں نے قصداً ایسا کیا ہے۔
اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جس کام کو آپ اُمّت پر لازم کرنا نہیں چاہتے تھے اُسے ہمیشہ نہیں کرتے تھے بلکہ کبھی ترک بھی کر دیا کرتے تھے اور جس کام کو لازم کرنا چاہتے تھے اُسے کبھی ترک نہیں کرتے تھے، یعنی وہ فعل جس کو آپ نے ہمیشہ کیا لازمی ہے۔

(۱۵) پندرھویں دلیل

رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم رمضان کے مہینہ میں فتح مکّہ کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ اور آپ کے صحابہؓ روزہ سے تھے۔ لیکن (سفر میں) روزہ رکھنے سے کافی تکلیف ہو رہی تھی۔ آپ سے اس کا ذکر کیا گیا۔ آپ نے عصر کے بعد پانی کا ایک پیالہ منگایا، پھر اس کو بلند کیا تاکہ تمام لوگ دیکھ لیں، پھر اس کو پی لیا۔ اس کے بعد آپ سے کہا گیا کہ بعض لوگوں نے اب بھی افطار نہیں کیا! آپ نے فرمایا۔

اُولٰئِكَ الْعُصَاةُ اُولٰئِكَ الْعُصَاةُ — یہ لوگ گنہگار ہیں۔ یہ لوگ گنہگار ہیں۔

(صحیح مسلم)

سفر میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ جتنے روزے سفر میں رہ جائیں سفر ختم ہونے کے بعد انہیں رکھنا چاہیے۔ رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس اجازت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے روزہ افطار کر دیا۔ بعض صحابہؓ نے آپ کے اس فعل کی پیروی نہیں کی بلکہ روزہ کو جاری رکھا۔ آپ نے فرمایا وہ گنہگار ہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص آپ کے کسی بھی فعل کی پیروی نہیں کرتا وہ گنہگار ہے۔ یعنی سنّت لازمی چیز ہے اور ترک سنّت گناہ ہے۔

(۱۶) سولھویں دلیل

رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں :-

مَنْ اَكَلَ طَيِّبًا وَعَمِلَ فِىْ سُنَّةٍ وَاَمِنَ النَّاسُ بَوَائِقَهٗ دَخَلَ الْجَنَّةَ (رواہ الحاکم وسندہ صحیح۔ المستدرک جزء ۴ صفحہ ۱۰۴)

جس نے پاک چیزیں کھائیں، سنّت پر عمل کیا اور جس کی ایذارسانیوں سے لوگ محفوظ رہے وہ جنّت میں داخل ہوگا۔

اس حدیث میں تین باتوں کا حکم دیا گیا ہے :-

۱۔ حلال کھانا۔

۲۔ سنّت پر عمل کرنا۔

۳۔ لوگوں کو ایذا نہ پہنچانا۔

مندرجہ بالا تینوں باتوں کا حکم یکساں ہونا ضروری ہے ورنہ لازم آئے گا کہ دو لازمی کاموں کے درمیان ایک نفل کام کو شامل کر دیا اور یہ بعید از عقل ہے یعنی سنت پر عمل بھی لازمی ہے۔

(۱۷) سترھویں دلیل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھایا۔ پھر آپ کے پاس وضوء کے لئے پانی لایا گیا۔ آپؐ نے وضوء نہیں کیا اور فرمایا:۔

لَوْ فَعَلْتُهُ فَعَلَ ذٰلِكَ النَّاسُ بَعْدِي — اگر میں وضوء کروں تو پھر میرے بعد لوگوں کو بھی ایسا کرنا ہوگا (یعنی پھر وہ وضوء ترک نہیں کر سکیں گے)

(رواہ احمد عن مغیرۃؓ۔ رواتہ ثقات۔ بلوغ ۲/۱۰۵ و سندہ صحیح)

اب تک ہم نے قرآن و حدیث سے سترہ دلائل دے کر یہ ثابت کیا کہ سنت کی پیروی لازمی ہے۔ ترکِ سنت جائز نہیں۔ افسوس ہے کہ ان دلائل اور ان جیسے اور دلائل کی موجودگی میں بعض علماء نے یہ فتویٰ کیسے دے دیا کہ ترکِ سنت جائز ہے، گناہ نہیں۔ اس فتوے کا اثر یہ ہوا کہ سنت کی اہمیت کم ہوتی چلی گئی۔ سنتوں پر عمل ترک ہوتا چلا گیا۔ اسلامی ضابطۂ حیات عملاً مٹتا چلا گیا۔ مسلم دوسروں کے طرزِ معاشرت کو اختیار کرتے چلے گئے۔ نقالی کے جراثیم لوگوں کے رگ و ریشہ میں پیوست ہوتے چلے گئے اور وہ احساسِ کمتری کا شکار ہوتے چلے گئے۔ ایمان میں کمزوری پیدا ہوئی۔ اسلامی ضابطوں پر غیر اسلامی ضابطوں اور رسوم کو ترجیح دی جانے لگی۔ کافرانہ تہذیب سے ساز باز ہونے لگی اور وہ بالکل اس حدیث کا مصداق بن گئے۔

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (ابوداود، سندہ صحیح) — جو شخص کسی قوم سے مشابہت کرے تو وہ انہی میں سے ہے۔

کسی دوسری قوم کی نقالی آدمی اس وقت کرتا ہے جب اُس کو اپنی چیز گھٹیا نظر آتی ہے۔ اُس پر عمل کرتے ہوئے اُسے شرم محسوس ہوتی ہے۔ ایک مسلم جب کسی دوسری قوم کی نقالی کرتا ہے تو گویا اس کو اسلامی چیز گھٹیا نظر آتی ہے۔ وہ کافرانہ رسم کو اسلامی رسم پر ترجیح دیتا

ہے تو گویا عقیدۃً اور عملاً غیر اسلامی چیز کو بہتر سمجھتا ہے اور یہ علامت کفر کی ہے۔ ایمان کی نہیں۔ مؤمن کی نشانی یہ ہے کہ وہ حدیثِ پاک کہ "سب سے بہتر طریقہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا طریقہ ہے" (صحیح مسلم) پر ایمان رکھے اور آیۂ کریمہ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ {بے شک تمہارے لئے رسول اللہ (کی سیرت) میں بہترین نمونہ ہے} پر سختی سے عمل کرے۔

الغرض قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے دلائل سے یہ ثابت ہو گیا کہ سنّت لازمی ہے اور ترکِ سنّت گناہ ہے۔

سنّت اور صحابۂ کرامؓ

اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ صحابۂ کرامؓ کا سُنّت کے متعلق کیا عقیدہ تھا، کیا وہ سنّت کو معمولی درجہ دے کر ترک کر دیا کرتے تھے یا وہ سنّت کو لازمی اور ترکِ سنّت کو گناہ سمجھتے تھے۔

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں:۔

قَدْ سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الطَّوَافَ بَیْنَہُمَا فَلَیْسَ لِاَحَدٍ اَنْ یَّتْرُکَ الطَّوَافَ بَیْنَہُمَا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

صفا و مروہ کے مابین دوڑنا رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سنّت ہے لہٰذا کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ ان دونوں کے درمیان دوڑنے کو ترک کر دے۔

حدیثِ بالا سے ثابت ہوا کہ عائشہ صدّیقہؓ کے نزدیک ترکِ سنّت جائز نہیں۔

(۲) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

لَسْتُ تَارِکًا شَیْئًا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْمَلُ بِہٖ اِلَّا عَمِلْتُ بِہٖ فَاِنِّیْ اَخْشٰی اِنْ تَرَکْتُ شَیْئًا مِنْ اَمْرِہٖ اَنْ اَزِیْغَ (صحیح بخاری)

میں کسی ایسے فعل کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوں جو فعل کہ رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کیا کرتے تھے بلکہ میں تو اُسی فعل پر عمل کروں گا کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں آپ کے کسی فعل کو چھوڑ دوں گا تو گمراہ ہو جاؤں گا۔

ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے نزدیک ترکِ سنّت گمراہی ہے۔

(۳) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

اَعْمَلُ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ..... فَوَاللّٰهِ الَّذِيْ بِإِذْنِهٖ تَقُوْمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ لَآ اَقْضِيْ فِيْهَا قَضَاءً غَيْرَ ذٰلِكَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

میں اس معاملہ میں وہی عمل کروں گا جو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے .... اللہ کی قسم جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں میں قیامت تک اس کے علاوہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔

ثابت ہوا کہ حضرت عمرؓ بھی ترکِ سنّت کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔

(۴) ابن سمط کہتے ہیں میں نے حضرت عمرؓ کو ذوالحلیفہ میں دو رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھا (یعنی قصر کرتے ہوئے دیکھا) میں نے اُن سے اس کا سبب دریافت کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا :-

اِنَّمَآ اَفْعَلُ كَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ (نسائی۔ سندہ صحیح)

اس کے سوا اور کوئی بات نہیں کہ میں تو ویسا ہی کرتا ہوں جیسا کہ میں نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(۵) حجر اسود کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں :-

لَوْلَآ اَنِّيْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ (صحیح بخاری)

اگر میں نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیرا بوسہ لیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی تیرا بوسہ نہ لیتا۔

گویا حضرت عمرؓ نے سنّت کے مطابق بوسہ لیا۔ اگر بوسہ نہ لینا سنّت ہوتا تو وہ اس سنّت پر عمل کرتے۔

(۶) طوافِ کعبہ کرتے وقت تین چکّروں میں دوڑا جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اب اس دوڑنے سے کیا فائدہ ہے یہ تو ہم نے اس لئے کیا تھا کہ مشرکین پر اپنی قوت کا اظہار کریں اور اب مشرکین کو اللہ نے ہلاک کر دیا (اب اپنی قوت کا مظاہرہ کیا معنی رکھتا ہے) یہ کہہ کر فرمایا :-

شَيْءٌ صَنَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا نُحِبُّ اَنْ نَتْرُكَهٗ (صحیح بخاری)

(بہرحال) یہ ایک کام ہے جو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ لہٰذا ہم اس کو چھوڑنا پسند نہیں کرتے۔

ثابت ہوا کہ حضرت عمرؓ اس سنّت کو بھی نہیں چھوڑتے تھے جس کا مقصد باقی نہ رہا ہو۔

(۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

وَلٰکِنْ سُنَّۃً فَلَا تَدَعُوْہُ (مسند احمد) ورنہ سنّت ہے لہذا اسے نہ چھوڑو۔

(۸) ایک یمنی شخص نے حجرِ اسود کو بوسہ دینے کے متعلق حضرت عبداللہ بن عمر رض سے سوال کیا انہوں نے فرمایا کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اس کو ہاتھ لگاتے تھے اور بوسہ دیتے تھے۔ اس نے کہا اگر ہجوم زیادہ ہو جائے اور میں مغلوب ہو جاؤں (تو کیا کروں) حضرت عبداللہ بن عمر رض نے فرمایا :-

اِجْعَلْ اَرَأَیْتَ بِالْیَمَنِ (صحیح بخاری) یہ اپنی اگر مگر یمن میں رکھو۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رض کسی عذر کی بناء پر بھی ترکِ سنّت کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔

(۹) حضرت عبداللہ بن مسعود رض فرماتے ہیں :-

لَوْ تَرَکْتُمْ سُنَّۃَ نَبِیِّکُمْ لَضَلَلْتُمْ (صحیح مسلم) اگر تم اپنے نبی کی سنّت کو چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

(۱۰) حضرت عمر رض نے ارادہ کیا کہ کعبہ کے خزانہ میں جتنا سونا چاندی ہے سب کو تقسیم کر دیں۔ ایک شخص نے کہا آپ کے دونوں ساتھیوں (یعنی رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اور ابوبکر رض) نے تو ایسا نہیں کیا۔ حضرت عمر رض نے فرمایا :-

هُمَا الْمَرْآنِ اَقْتَدِیْ بِهِمَا (صحیح بخاری) ان ہی دونوں کی میں بھی پیروی کروں گا۔

(۱۱) حضرت علی رض، امیر المؤمنین حضرت عثمان رض کے حکم کے مقابلہ میں فرماتے ہیں :-

مَا کُنْتُ لِاَدَعَ سُنَّۃَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ اَحَدٍ (صحیح بخاری) میں کسی کے کہنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی سنّت کو نہیں چھوڑوں گا۔

حضرت عثمان رض نے اجتہادی غلطی کی بناء پر ایک خلافِ سنّت کام کا حکم دے دیا۔ موجودہ لوگوں کے عقیدہ کے مطابق چاہیئے تو یہ تھا کہ حضرت علی رض اس حکم کے مقابلہ میں سنّت کو چھوڑ دیتے کیونکہ امیر کی اطاعت فرض ہے لیکن انہوں نے ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ گویا حضرت علی رض کے نزدیک سنّت کی پیروی امیر کی اطاعت پر فوقیت رکھتی ہے۔

حضرت علی رضؓ کے اس قول پر ان لوگوں کو غور کرنا چاہیئے جو شوہر یا ماں باپ یا حاکم کے کہنے سے سنّت چھوڑ دیتے ہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ شوہر یا ماں باپ یا حاکم کی اطاعت فرض ہے لہٰذا فرض کے مقابلہ میں سنّت ترک کر دینی چاہیئے۔ کاش وہ غور کرتے کہ سنّت دین ہے۔ دین میں اطاعت صرف اللہ اور رسول کی ہوتی ہے۔ شوہر ماں باپ یا حاکم کی اطاعت کے حدود و دوائر دوسرے ہیں۔ دین کے معاملات میں ان کی اطاعت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اگر وہ دین کے مطابق حکم دیں یا دنیوی معاملات کے متعلق کوئی حکم دیں تو پھر ان کی اطاعت فرض ہے ورنہ انکی اطاعت فرض تو کجا شرک فی الدین کے دائرہ میں داخل ہو جاتی ہے۔ ترک سنّت گناہ ہے اور گناہ میں کسی کی اطاعت جائز نہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "اطاعت تو صرف معروف کاموں میں ہے" (بخاری) خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت (حلال) نہیں۔ (شرح السنۃ، سندہ صحیح۔ التعلیقات للالبانی علی المشکوٰۃ، کتاب الامارۃ ۲/۱۰۹۲)

(۱۲) حضرت کعب بن عجرہؓ مسجد میں داخل ہوئے۔ دیکھا کہ عبدالرحمٰن بن ام الحکم بیٹھکر خطبہ دے رہا ہے۔ فرمایا :-

اُنْظُرُوْا اِلٰى هٰذَا الْخَبِيْثِ يَخْطُبُ قَاعِدًا وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى . . . . (صحیح مسلم)	اس خبیث کو دیکھو کہ بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے (حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے) جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے . . . .

حضرت کعب بن عجرہؓ ترکِ سنّت دیکھ کر بیتاب ہو گئے۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ ترکِ سنّت جائز نہیں۔ اگر سنّت کا ترک جائز ہوتا تو خفگی کا کیا موقع تھا۔ جائز کام پر خفگی نہیں ہوا کرتی۔

(۱۳) حضرت عمارہ بن رویبہؓ نے بشر بن مروان کو منبر پر دونوں ہاتھ اٹھائے دیکھکر فرمایا :-

قَبَّحَ اللّٰهُ هَاتَيْنِ الْيَدَيْنِ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَزِيْدُ عَلٰى اَنْ يَّقُوْلَ بِيَدِهٖ هٰكَذَا . . . . . (صحیح مسلم)	اللہ ان دونوں ہاتھوں کا برا کرے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ صرف ایک ہاتھ اٹھا کر انگشتِ شہادت سے اشارہ کرتے تھے۔

(۱۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اونٹ کو بٹھا کر نحر کر رہا ہے تو فرمایا :-

اِبْعَثْهَا فِيَا مَا مُقَيَّدَ ةً سُنَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (صحیح بخاری)

اس کا ایک پیر باندھ کر کھڑا کر (پھر نحر کر)، یہ ہے محمد صلّی اللہ علیہ وسلم کی سنّت۔

(۱۵) حضرت حذیفہ رضؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز میں رکوع و سجود کو پوری طرح ادا نہیں کر رہا ہے۔ فرمایا۔

مَا صَلَّيْتَ، لَوْ مُتَّ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صحیح بخاری)

تو نے نماز نہیں پڑھی اور اگر تو اسی حالت میں مر جاتا تو تیری موت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سنّت پر نہیں ہوتی۔

غرض یہ کہ صحابۂ کرام رضؓ سنّت کو لازمی سمجھتے تھے۔ اس کے چھوڑنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے، بلکہ ترکِ سنّت پر سختی سے پیش آتے تھے۔ ہمارے لئے بھی سلامتی کی راہ یہی ہے کہ ہم ان کی روش پر چلیں۔ ان کے عقیدہ کے مطابق عقیدہ رکھیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ۔ (توبہ)

جن لوگوں نے ان (مہاجرین و انصار کی (جو ایمان لانے میں سبقت کرنے والے تھے) اچھی طرح سے پیروی کی تو اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا ہمارا بھی وہی عقیدہ ہے جو صحابۂ کرامؓ کا تھا۔ کیا ہمارا بھی وہی عمل ہے جو صحابۂ کرامؓ کا تھا۔ ہرگز نہیں۔ ہمارے اور اُن کے عقیدہ و عمل میں زمین و آسمان کا فرق پیدا ہو گیا۔

آیئے ہم سب مل کر سنّت پر عمل کریں اور اس کے ترک کو گناہ سمجھیں۔ جو شخص سنّت چھوڑے اسے اس فعلِ شنیع سے باز رکھیں۔

سنّت کا دوسرا رُخ بدعت ہے اس کی حقیقت کو جاننے کے لئے ہماری کتاب "بدعت کی شرعی حیثیت؟" کا مطالعہ کیجئے۔ قیمت ۴ روپے

کتابت : عبد الحفیظ